۱۴

مساجد کی توسیع کے متعلق چندہ کا اعلان
تحریک جدید کے وعدے جلد پورے کئے جائیں

(فرمودہ ۵؍مئی ۱۹۳۹ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

’’آج مَیں صدر انجمن احمدیہ اور جماعت کو دو امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اِن میں سے ایک کا تعلق صدر انجمن احمدیہ سے ہے اِس لئے مَیں نے اِس کا نام لیا ہے۔ دوسرے کا تعلق جماعت سے ہے اور پہلے کا جماعت سے بھی ہے۔ پہلا امر جس کا تعلق دونوں سے ہے وہ ہماری مساجد کی توسیع کا سوال ہے۔ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ جب سے گرمی تیز ہوئی ہے مسجد کا ایک گوشہ سائبان نہ ہونے کی وجہ سے خالی پڑا رہتا ہے۔ دُھوپ کی وجہ سے لوگ وہاں بیٹھ نہیں سکتے۔ اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ اسلام جس قسم کی مشقت کی برداشت کی عادت پیدا کرنا چاہتا ہے اور صحابہ جن حالات سے گزرتے تھے ان کو مدنظر رکھتے ہوئے اِس خالی جگہ میں نہ بیٹھ سکنا اسلام کے معیار کے مطابق نہیں۔ عرب کے شمالی حصّہ میں گو سردی بھی پڑتی ہے مگر بالعموم وہاں شدید گرمی پڑتی ہے، ایسی شدید کہ لوگ گھروں سے باہر نہیں نکل سکتے مگر اِس کے باوجود صحابہ مسجد نبوی کے کھلے صحن میں آ کر نمازیں پڑھتے تھے۔ ایسی کڑکتی دھوپ میں جو یہاں سے زیادہ تیز ہوتی تھی اور ایسی گرمی میں جو یہاں سے زیادہ شدید ہوتی تھی صحابہ آ کر بغیر کسی سائبان کے

کُھلے صحن میں نماز پڑھتے تھے۔ سوائے ان چند ایک کے جن کو چھت کے نیچے جگہ مل جاتی تھی باقی سب کے سب کھلے میدان میں دھوپ میں کھڑے ہوتے تھے اور صحن میں اِس قدر کنکر ہوتے تھے کہ صحابہؓ کا بیان ہے ہم چار پانچ بار ہاتھ مارتے تھے تب بھی سجدہ کے لئے جگہ صاف نہ ہوتی تھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ تین بار تک تم ہاتھ مار سکتے ہو اِس سے زیادہ مرتبہ نہیں اور اِس معیار کے مطابق تو صدر انجمن احمدیہ اور منتظمین کہہ سکتے ہیں کہ یہاں تو دھوپ اور گرمی نہیں ہوتی اِس لئے بغیر سائبان کے اگر بیٹھنا پڑے تو کیا حرج ہے لیکن ہر زمانہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں اور پھر جب باقی لوگ سائبان کے نیچے بیٹھے ہوں تو دوسروں کو بھی دُھوپ میں بیٹھنے میں تأمل ہوتا ہے۔ ہاں اگر سائبان بالکل ہی ہٹا دیں اور اُسی قسم کے حالات سے گزریں جن میں سے صحابہ گزرتے تھے تو یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے لیکن جب کچھ لوگ تو آرام سے بیٹھے ہوں تو بعض سے یہ توقع رکھنا کہ وہ دُھوپ میں ہی بیٹھ جائیں ٹھیک نہیں۔ اِس میں شُبہ نہیں کہ جن کو سائبان میں جگہ نہیں ملتی اُن کو یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ تمہیں کس نے کہا تھا کہ پہلے نہ آؤ؟ اگر پہلے آجاتے تو ضرور اچھی جگہ مل جاتی اور یہ جواب بھی معقول ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کے اندر کمزوری ہو تو ایسے موقع پر اس کا نفس اسے یہ جواب نہیں دیتا کہ دھوپ میں بیٹھنے کی ذمہ داری مجھ پر ہی ہے۔ اگر پہلے آجاتا تو سایہ میں جگہ مل جاتی اور چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص نماز کے لئے پہلے آتا اور امام کے انتظار میں بیٹھتا ہے اُسے ثواب ملتا ہے۔[1] ثواب بھی حاصل کرسکتا اور اس طرح ظاہری آرام کے ساتھ ثواب بھی حاصل ہوتا مگر ہر انسان کا نفس اتنا مکمل نہیں ہوتا کہ اس کے دماغ کو صحیح مشورہ دے اور صحیح راہ پر چلائے۔ اِس لئے بالعموم انسانی دماغ غلط راہ پر لگاتا ہے اور یہی سمجھتا ہے کہ میں کیوں تکلیف اُٹھاؤں؟ اِس لئے جہاں اتنے سائبان بنوائے گئے ہیں وہاں اِس خالی جگہ کے لئے بھی بنوائے جاسکتے تھے بلکہ لاہور سے تو دو تین روز میں خریدے جاسکتے تھے اور اگر تیار نہ ملتے تو ہفتہ دو ہفتہ میں تیار کرائے جاسکتے تھے مگر مجھے افسوس ہے اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔

اِس کے علاوہ ایک اَور سوال بھی ہے اور وہ مسجد مبارک کا ہے اِس کی توسیع کے لئے زمین

خریدی جاچکی ہے مگر باوجود اِس کے کہ اِس پر دو سال کا عرصہ گزر چکا ہے اِس کی توسیع کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی پھر مسجد اقصیٰ کی موجودہ وسعت کے باوجود اگر اِس خالی جگہ میں سائبان بھی ہوں تو بھی مَیں سمجھتا ہوں یہ ابھی ناکافی ہے۔ سردیوں کے دنوں میں جب سب جگہ لوگ بیٹھے ہوتے تھے مَیں نے دیکھا ہے کہ پھر بھی بعض لوگ گلیوں میں کھڑے ہوتے تھے جس کے معنی یہ ہیں کہ ابھی اِس کی وسعت کی آواز بُلند ہو رہی ہے۔ اِس کے علاوہ عورتوں کے لئے کوئی جگہ نہیں وہ جمعہ کے ثواب سے بالکل محروم رہتی ہیں۔ ایک عرصہ سے وہ جمعہ اور خطبہ سے محروم رہتی ہیں اب لاؤڈ سپیکر لگ جانے کی وجہ سے وہ اُم طاہر کے صحن میں جمع ہو کر شامل ہو جاتی ہیں لیکن مسجد میں آ کر نماز پڑھنا جو ثواب رکھتا ہے وہ کسی کے گھر میں بیٹھ کر پڑھنے سے بہت زیادہ ہے۔ پس میرے نزدیک مسجد اقصیٰ میں توسیع کی بھی ابھی ضرورت ہے اور مسجد مبارک کی بھی۔ اِسی لئے کچھ عرصہ ہؤا مَیں نے تحریک کی تھی اگر صدر انجمن احمدیہ اور ذمہ دار افسر اِس پر توجہ کرتے اور اپنی ذمہ داری کو سمجھتے تو اب تک یہ کام ہو چُکا ہوتا۔ مَیں نے جب اِس کے متعلق خطبہ پڑھا تو باوجودیکہ مَیں نے کہہ دیا تھا کہ اِس تحریک میں دس روپیہ سے زیادہ کسی سے نہیں لیا جائے گا پھر بھی ایک عورت نے اپنی دوسو روپیہ کے قریب مالیت کی چوڑیاں اِس فنڈ میں داخل کرنے کے لئے مجھے بھیج دیں جو مَیں نے بہ زور واپس کیں اور کہا کہ آپ اِس میں دس روپیہ تک ہی دے سکتی ہیں اس خطبہ کے بعد طبائع میں ایک جوش پیدا ہؤا تھا باہر سے بھی اِس کے متعلق مجھے کئی خطوط آئے تھے اور مَیں سمجھتا ہوں اگر صدر انجمن احمدیہ کام کرتی تو اِس خطبہ کا افراد پر اِس قدر اثر تھا کہ اب تک یہ کام ہو چُکا ہوتا لیکن اِس نے نہ تو اِس آواز کو سب کے کانوں تک پہنچانے کی ضرورت سمجھی نہ اپنی کوئی ذمہ داری محسوس کی، نہ اِس کے متعلق کوئی ریزولیوشن پاس کیا اور نہ بیت المال نے اِس تحریک سے فائدہ اُٹھایا۔ اُنہوں نے بس خطبہ سُنا اور مُسکرا کر چل دیئے اور سمجھ لیا کہ تحریک ہو چکی۔ حالانکہ ہر تحریک کامیابی کے لئے پروپیگنڈا چاہتی ہے۔ ضروری ہوتا ہے کہ لوگوں تک اِسے پہنچایا جائے اور وصولی کا انتظام کیا جائے۔ آواز کان میں پڑی اور سُن کر چلے گئے یہ علامت تو قرآن کریم نے منافقوں کی بتائی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات فرماتے تو مومن اُسے سُن کر ذہن نشین کر لیتے تھے اور عمل پر

مستعد ہو جاتے تھے لیکن منافق باہر نکلتے ہی کہتے تھے کہ مَا ذَا قَالَ اٰنِفاً [2] ابھی ابھی یہ کیا کہہ رہے تھے؟ ہماری جماعت اِس بات کی دعویدار ہے کہ وہ خلافت کا احترام کرتی ہے اگر یہ صحیح ہے تو سب سے زیادہ احترام مرکزی انجمن کی طرف سے ظاہر ہونا چاہئے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہی سب سے زیادہ میری ہدایات کو نظرانداز کرتی ہے۔ اِس کی مثال بالکل ''من چہ سرائم وطنبورۂ من چہ مے سرائد'' والی ہے۔ طنبورہ کچھ اور کہتا ہے اور بجانے والا کچھ اور بجاتا ہے اور اِس کے باوجود ناظر شکایت کرتے ہیں کہ آپ پبلک میں ہمارے خلاف ریمارکس کرتے ہیں اِس سے پبلک میں ہماری عزت قائم نہیں ہوتی مگر مَیں کہتا ہوں کہ خالی عزت کس کام کی جس سے اسلام کو کچھ فائدہ نہ پہنچے۔ تم لوگ اپنے طریق کو بدلو پھر خودبخود تمہاری عزت قائم ہو جائے گی جب تک تم اُس ہستی سے اپنے آپ کو وابستہ نہیں کرتے جسے اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے اور (امام) بنایا ہے مَیں کتنا ہی کیوں نہ کہوں لوگ تمہاری عزت نہیں کریں گے کیونکہ عزت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور خدا تعالیٰ اس شخص کی عزت کس طرح کر سکتا ہے جو اس کے مقرر کردہ خلیفہ کی عزت نہیں کرتا۔ جب تک آپ لوگ گوش بَرآواز نہیں رہتے اور یہ خیال نہیں رکھتے کہ کیا آواز (امام) کی طرف سے آئی ہے اور پھر اس پر عمل کرنے کے لئے مستعدی سے دوڑ نہیں پڑتے اُس وقت تک آپ لاکھ سر پٹکیں اپنی عزت قائم نہیں کر سکتے۔ جس دن آپ لوگ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں گے اسی دن لوگوں میں بھی آپ کی عزت قائم ہو جائے گی۔

اب کہ صدر انجمن احمدیہ اِس کام میں ناکام ہو چکی ہے مَیں اِسے جہاں تک قادیان اور اِس کے گردونواح کے دیہات کا تعلق ہے خدام الاحمدیہ کے سپرد کرتا ہوں اور نیشنل لیگ سے بھی خواہش کرتا ہوں کہ وہ اِس کام میں اِس کی مدد کرے۔ گو ایسی باتیں اِس کے پروگرام میں شامل نہیں لیکن رفاہِ عامہ کا کام کرنا اِس کا فرض ہے۔ پس نیشنل لیگ والے بھی اپنی خدمات اِن کے سپرد کر دیں اور وہ تین دن کے اندر اندر ساری قادیان، بھینی، کھارا، ننگل، احمد آباد اور قادر آباد سے وصولی کے لئے حلقے مقرر کر کے آنے والی جمعرات کے روز ہر احمدی گھر کے تمام مرد وعورت اور بچہ سے ایک آنہ فی کس کے حساب سے توسیع مساجد کے لئے چندہ وصول کریں۔ بچوں کی طرف سے ان کے ماں باپ ادا کریں۔ اِس سے زیادہ جو دینا چاہے بیشک دے لیکن

دس روپیہ سے زیادہ کسی سے نہ لیا جائے۔ ایک آنہ سے کم کسی سے نہ لیا جائے اور دس روپیہ سے زیادہ۔ اور جو لوگ ایک آنہ بھی نہ دے سکیں ان کی طرف سے وہ لوگ ادا کریں جو دس روپے سے زیادہ دینا چاہتے ہیں۔ ہم تو کسی سے دس روپیہ سے زیادہ نہیں لیں گے لیکن جو زیادہ دینا چاہیں وہ اپنے غریب بھائیوں کی طرف سے دے دیں یہ بھی ثواب حاصل کرنے کا ایک طریق ہے۔ اِس طرح جو غریب نہیں دے سکتا اُسے بھی ثواب مل جائے گا اور ان کو خدا تعالیٰ کے بندہ کا دل رکھنے کا ثواب بھی مل جائے گا۔

پس جو لوگ گھر کے ہر فرد کی طرف سے ایک آنہ دے سکیں وہ دے دیں مگر جو زیادہ دینا چاہیں وہ دس روپیہ تک دے سکتے ہیں اور جو اِس سے بھی زیادہ دینا چاہیں وہ اپنے غریب بھائیوں کی طرف سے دے دیں۔ جو لوگ ایک آنہ بھی نہ دے سکیں ان کی بھی ایک فہرست بنا لی جائے اور پھر جو زیادہ دینا چاہیں وہ ایسے لوگوں کی طرف سے دے دیں۔ قادیان اور اس کے اردگرد کی احمدی آبادی دس بارہ ہزار ہے۔ ضروری نہیں کہ اُن میں سے ہر شخص ایک آنہ ہی دے بہت سے ایسے ہیں جو زیادہ دیں گے جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے میرے خطبہ کو سُن کر ایک عورت نے دو سو روپیہ کا زیور دے دیا تھا۔ بعض مردوں نے بھی اصرار کیا تھا کہ ان سے دس روپیہ سے زیادہ منظور کیا جائے اور باہر سے بھی بعض نے دس روپیہ سے زیادہ بھیج دئے تھے اور جب اُن کو لکھا گیا کہ اِس تحریک میں دس روپیہ سے زیادہ نہیں لئے جا سکتے تو اُنہوں نے لکھا کہ ہمارے خاندان کے اتنے افراد ہیں ان کی طرف سے محسوب کر لیا جائے تو مَیں سمجھتا ہوں جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جوش ہے ان مقاماتِ مقدسہ کی وسعت میں حصّہ لینے کا جنہیں اللہ تعالیٰ نے دُنیا کے لئے دائمی برکات کا موجب بنایا ہے۔ جماعت ان کی قدر و منزلت کو بخوبی سمجھتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ اس تحریک میں اپنے حوصلہ اور ہمت کے مطابق ضرور حصّہ لے گی۔ پس قادیان اور ملحقہ جماعتوں سے آئندہ جمعرات کے روز چندہ اکٹھا کیا جائے اور باہر کی جماعتوں سے بھی، خدام الاحمدیہ، انصار اللہ یا دوسرے لوگ کوشش کریں پہلے اپنی اپنی جماعت کے تمام افراد کا اچھی طرح جائزہ لے لیں اور پھر ایک ہی دن سب جماعت نکل کھڑی ہو اور ہر ایک سے کم سے کم ایک آنہ وصول کرے حتّٰی کہ بچوں سے بھی لیا جائے خواہ

کوئی بچہ ایک دن، ایک گھنٹہ یا ایک سیکنڈ کا ہی کیوں نہ ہو اُس کے والدین اُس کی طرف سے بھی ادا کریں اور جو ایک آنہ بھی نہ دے سکتے ہوں اُن کی طرف سے دوسرے جو زیادہ دینا چاہتے ہوں دے دیں۔ جو آسودہ حال لوگ خواہش رکھتے ہوں کہ زیادہ دیں اُنہیں اِس قانون سے تو مستثنیٰ نہیں کیا جا سکتا ہاں وہ اپنے غریب بھائیوں کی طرف سے دے سکتے ہیں۔

پس قادیان، ننگل، بھینی، کھارا، احمد آباد، قادر آباد میں سے اگلی جمعرات کو چندہ وصول کیا جائے۔ اِس کام کے لئے وفد مقرر کر دیئے جائیں۔

ایک وفد تو وصولی کے لئے ہو اور دوسرا یہ دیکھنے کے لئے کہ وصولی صحیح طور پر ہوگئی ہے اور جو نہ دے سکے اُسے چھوڑیں نہیں بلکہ اُس کا نام بھی ضرور لکھ لیں اور ساتھ لکھ دیں کہ غربت کی وجہ سے نہیں دے سکا یا نہیں دینا چاہتا۔ تاہم اس کی طرف سے ادا کرا دیں اور اِس طرح وہ لوگ بھی جو نہیں دے سکتے یا جنہوں نے نہیں دیا ثواب سے محروم نہ رہ جائیں۔ جس شخص کو توفیق ہے اور وہ نہیں دیتا وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اگر ہم اس کی طرف سے دے دیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کا گناہ معاف کر کے آئندہ اسے نیکی کے کام میں شامل ہونے کی توفیق دے دے گا۔ پس جو نہیں دیتا یا نہیں دے سکتا دونوں کے نام لکھ لئے جائیں اور ہم کوشش کریں گے کہ دوسروں کی طرف سے وہ کسر پوری ہو جائے اور ان کا خانہ خالی نہ رہے۔

یہ تو مساجد کے متعلق پہلی بات تھی دوسرا امر جو خالص جماعت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ تحریک جدید کا چندہ ہے اِس کے اعلان پر چھ ماہ گزر چکے ہیں نومبر، دسمبر، جنوری، فروری، مارچ، اپریل۔ اِس وقت تک ایک لاکھ چھبیس ہزار سے زیادہ کے وعدے آچکے ہیں اور ہندوستان سے باہر کی جماعتیں ابھی باقی ہیں۔ خیال ہے کہ کُل وعدے ایک لاکھ اُنتیس، تیس ہزار کے ہو جائیں گے اس چھ ماہ کے عرصہ میں اگر باہر کے چندے نکال بھی دیئے جائیں تو ایک لاکھ دس ہزار کے قریب ہندوستان کے وعدے ہوں گے جس میں سے نصف یعنی پچپن ہزار کے قریب اب تک وصول ہو جانا چاہئے تھا مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اِس وقت تک صرف چوبیس ہزار کے قریب روپیہ آیا ہے۔ جو گویا وعدوں کا پانچواں حصّہ ہے حالانکہ چھ ماہ گزر چکے ہیں اگر مجھے معلوم ہوتا کہ جوبلی فنڈ میں چندے دینے کی وجہ سے یہ تاخیر ہو رہی ہے تو مَیں سمجھتا یہ

معمولی بات ہے کسی کا پہلے وصول ہو گیا اور کسی کا بعد میں مگر افسوس یہ ہے کہ جوبلی فنڈ کا چندہ بھی اِس رفتار سے وصول نہیں ہو رہا کہ سمجھا جائے وہ تحریک جدید کے چندوں کی وصولی کے رستہ میں روک بن رہا ہے البتہ صدر انجمن احمدیہ کے چندہ میں گزشتہ دو ماہ میں خوشکن زیادتی ہوئی ہے جس میں شوریٰ کے مقرر کردہ چندہ سے دو ہزار روپیہ زائد آیا ہے۔ چندہ عام اور حصّہ آمد کی رقم دو لاکھ تیس ہزار تھی مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے دو لاکھ بتیس ہزار پانچ یا چھ سَو وصول ہؤا ہے۔ گویا جماعت نے چندہ عام اور وصایا کی طرف زیادہ توجہ کی ہے اور یہ بتاتا ہے کہ جوں جوں بچے جوان ہوتے اور بے کار کام حاصل کرتے ہیں اور آمد رکھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے جماعت کا قدم ترقی کی طرف اُٹھ رہا ہے اور اگر یہی حالت رہی تو اسراف سے بچنے کے لئے جو مَیں نے ہدایات دی ہیں ان پر عمل کرتے ہوئے مالی لحاظ سے جو دقتیں اس وقت درپیش ہیں وہ دُور ہو جائیں گی مگر صدر انجمن احمدیہ کے چندوں میں یہ اتنی ترقی نہیں جتنی کمی تحریک جدید کے چندوں میں ہے۔ یہ کمی دراصل اِس وجہ سے ہوتی ہے کہ انسان سمجھتا ہے کل دے دوں گا۔ یہ بھی نفس کا دھوکا ہوتا ہے۔ انسان سمجھتا ہے آج نہیں کل دے دیں گے اور کل کہہ دیتا ہے کہ پرسوں دے دیں گے۔ پھر بعض اوقات وہ سمجھتا ہے یہ بھی دینا ہے اور وہ بھی دینا ہے اور وہ گھبرا کر بجائے اِس کے کہ کوشش کو زیادہ کرے ہمت ہار بیٹھتا ہے اور جب بوجھ زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ پھر بالکل ہی کوشش چھوڑ دیتا ہے۔ پنجابی کی ایک ضرب المثل ہے جس کے صحیح معنی تو مَیں نہیں جانتا مگر مفہوم سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ چڑھیا سَو تے لتھا بھو۔ بھو کے لفظی معنی تو میں نہیں جانتا لیکن اِس کا مطلب میرے نزدیک یہ ہے کہ جب کسی انسان پر سَو روپیہ قرض ہو جاتا ہے تو وہ بے باک ہو جاتا ہے اور قرضے کا خوف جاتا رہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے سَو کون ادا کرے جب تک دس بیس یا تیس چالیس قرض ہو وہ جدوجہد کرتا ہے کہ اُتر جائے مگر جب سَو ہو جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ اب یہ اُترنا تو ہے نہیں جانے دو کیا کوشش کرنی ہے تو بعض کمزور طبع لوگ جب ان پر زیادہ بوجھ ہو جائے تو بجائے اِس کے کہ ذمہ داریاں ادا کرنے کی زیادہ جدوجہد کریں چُپ بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک بزدل انسان کے نقطۂ نگاہ سے تو ممکن ہے یہ حالت تسلی بخش ہو لیکن یہ ایسی بات ہے جیسے کبوتر بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا اور سمجھتا ہے کہ اب مَیں چونکہ اسے دیکھ نہیں سکتا

اِس لئے میرے واسطے کوئی خطرہ بھی نہیں ۔حقیقت یہ ہے کہ جدو جہد کرنے والے کے لئے اگر ایک فی صدی امکان بھی باقی ہوتو وہ اِس سے فائدہ اُٹھاتا ہے نناوے فیصدی امکانات تباہی کے ہوں اور ایک بچاؤ کا ہوتو بھی وہ ضرور کوشش کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ممکن ہے یہی ایک میرے لئے مقدر ہو اور مَیں بچ جاؤں۔

مَیں نے بتایا تھا کہ ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے ذرائع کی طرف بھی توجہ کرنا ضروری ہے اور جب تک ہم عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ ملائیں کامیاب نہیں ہو سکتے ۔عورتیں اور بچے ہی ہیں جن کی محبت کی وجہ سے انسان اپنے اوپر بوجھ اُٹھانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے ۔بچہ جب بلبلا کر ایک چیز کی خواہش کر رہا ہوتو انسان کا دل رنجیدہ ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ چاہے مجھ پر بوجھ ہی کیوں نہ ہو جائے اس کی خواہش پوری کر دوں یا اگر بیوی اصرار کے ساتھ کسی چیز کی خواہش کرے تو مرد کہتا ہے کہ چلو اِس کا دل کیا دکھانا ہے۔ یہ تعلق چونکہ محبت کے ہوتے ہیں اِس لئے یہ مردوں پر زیادہ بوجھ کا باعث ہو جاتے ہیں ۔یورپ میں تو ایسا نہیں ہوتا وہاں تو بوجھ کلبوں اور شرابوں کی وجہ سے ہوتا ہے وہاں تو لوگ شادیاں کرتے ہی نہیں لیکن ہمارے مُلک میں لوگ زیادہ تر بیوی بچوں کی وجہ سے زیرِ بار ہوتے ہیں ۔اِس لئے جب تک وہ مدد نہ کریں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے ۔بعض اوقات ایک انسان نیک ہوتا ہے اور سچی خواہش رکھتا ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرے لیکن اِس کی بیوی اتنی سخت اور شَدِیْدُ الْبَطْش ہوتی ہے کہ وہ سمجھتا ہے اگر مَیں نے روپیہ اِس کے کہنے کے مطابق خرچ نہ کیا تو وہ لڑائی دنگا کرے گی اور اِس طرح میری بے عزتی بھی ہوگی ۔تو بچوں کی محبت اور عورتوں سے بعض ڈر اور بعض محبت کی وجہ سے اپنی ذمہ داریاں ادا نہیں کر سکتے لیکن مَیں نے بتایا تھا کہ ہماری عورتیں خدا تعالیٰ کے فضل سے اخلاص میں اتنی بڑھی ہوئی ہیں کہ بہت ہی کم ایسی ہیں کہ اگر ان کے سامنے دین کی ضرورت کو رکھا جائے تو وہ تعاون کرنے اور ہاتھ بٹانے کے لئے تیار نہ ہوں ۔سینکڑوں عورتیں ایسی ہیں جو مردوں سے بھی زیادہ دین کا جوش رکھتی ہیں اور ایسی بھی ہیں جو مردوں کو مجبور کرتی ہیں کہ اپنی ذمہ داریاں ادا کریں۔ دوسری قوموں میں ایسی مثالیں بہت ہی کم ہیں ۔کئی سال ہوئے مَیں نے تحریک کی تھی کہ عورتوں کو تحریک کی جائے کہ وہ چندوں کی وصولی میں مدد کریں ۔ اِس پر ایک جماعت نے لکھا کہ

ان کے ہاں ایک دوست تھے جو بہت سُست تھے وہاں کے دوستوں نے جا کر ان کی بیوی سے کہا کہ اِس دین کے کام میں آپ ہماری مدد کریں اِس دوست نے جب تنخواہ لا کر بیوی کو دی تو اُس نے پوچھا کہ آپ چندہ دے آئے ہیں اُس نے جواب دیا کہ نہیں چندہ تو نہیں دیا سیکرٹری مِلا نہیں تھا پھر دے دوں گا مگر بیوی نے کہا کہ مَیں تو ایسے مال کو ہاتھ لگانے کے لئے تیار نہیں ہوں جس میں سے خدا تعالیٰ کا حق ادا نہ کیا گیا ہو۔ مَیں تو نہ اِس سے کھانا پکاؤں گی اور نہ کسی اَور کام میں صَرف کروں گی۔ مرد نے کہا کہ چندہ میں صبح دے دوں گا اِس وقت دیر ہو چکی ہے رکھو مگر بیوی نے کہا کہ پہلے چندہ ادا کر آؤ پھر مَیں ہاتھ لگاؤں گی اور اگر اِس وقت جا کر ادا نہیں کر سکتے تو ابھی اپنے ہی پاس رکھو۔ اِس پر وہ شخص اُسی وقت گیا اور جا کر سیکرٹری سے کہا کہ پتہ نہیں تم لوگوں نے کیا جادو کر دیا ہے کہ میری بیوی تو روپیہ کو ہاتھ نہیں لگاتی اور کہتی ہے کہ جب تک چندہ ادا نہ ہو مَیں اِسے خرچ ہی نہیں کروں گی۔ اُسی وقت چندہ ادا کیا اور کہا کہ آئندہ تنخواہ کے ملنے کے دن ہی مجھ سے چندہ لے لیا کرو تا گھر میں جھگڑا نہ ہو۔ تو وہ عورت تھی مگر مرد سے زیادہ ہمت اور جُوش رکھتی تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اِس مرد کے دل میں دینے کی خواہش تو ہو مگر چونکہ خرچ بیوی کرتی تھی اِس لئے وہ ڈرتا ہو کہ کہیں گھر میں جھگڑا نہ ہو اور جب اسے معلوم ہو گیا کہ اِس کی بیوی کی بھی یہی خواہش ہے تو اُس نے بھی آگے قدم بڑھا لیا ہو۔ تو ہماری عورتوں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسا اخلاص اور جوش موجود ہے کہ اگر ان کو دین کی ضرورت سے آگاہ کر دیا جائے تو ساٹھ فیصدی ان میں سے تعاون کے لئے تیار ہو جائیں گی اور جب ان کو معلوم ہو گا کہ ان کے مرد اس لئے چندے ادا نہیں کر سکتے کہ گھر کے اخراجات زیادہ ہیں تو وہ ان کو کم کر کے مدد کریں گی۔ اِس کے لئے مَیں نے ایک تجویز یہ کی ہے کہ مَیں عورتوں کے نام ایک چِٹھی لکھوں گا جو ہر عورت کو بھیجی جائے گی اور اِس میں ان کو تحریک کی جائے گی کہ وعدہ کریں کہ وہ ہماری مدد کریں گی اور اقتصادی کفایت کر کے اور اپنے خاوندوں کو یاد دلا کر انہیں ذمہ داریوں کے ادا کرنے کے قابل بنا دیں گی اور جو عورتیں یہ وعدہ کریں وہ اپنے دستخط کر کے بھیج دیں ممکن ہے اِس تحریک میں پہلے پہل زیادہ کامیابی نہ ہو لیکن اگر مسلسل جاری رکھا جائے تو عورتوں میں ایسی بیداری پیدا ہو جائے گی اور وہ ایسی ہوشیار ہو جائیں گی کہ پھر یاد دہانی کی بھی ضرورت

نہ رہے گی اَور ایسی عورتوں کی گود میں پرورش پانے والی اولاد بھی ایسی مخلص اور دین دار ہوگی کہ جو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ کر پوری طرح ادا کرے گی۔ اِس وقت تک ہماری طرف سے عورتوں میں بیداری پیدا کرنے کی پوری پوری جدوجہد نہیں ہوئی۔ ایک طرف تو یورپ نے ان کے اندر ایسی بیداری پیدا کر دی ہے کہ وہ سارا دن اِدھر اُدھر پھرتی اور ناچتی ہیں اور رات کو جب مرد تھکا ہؤا آتا ہے تو انہیں اِس کا علم ہی نہیں ہوتا اور وہ بھی شراب پی کر سو جاتا ہے۔ اُنہوں نے عورتوں کو ایسا بیدار کیا ہے کہ ان کی نیند ہی اُڑ چکی ہے اور خود سو گئے ہیں اور دوسری طرف ہم ہیں کہ ان کی بیداری کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ حالانکہ اسلام نے عورتوں کو خاص احکام اور ذمہ داریاں دی ہیں اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کام لیا ہے۔ دُنیا اس وقت دو ضدّوں کی طرف جا رہی ہے۔ یورپ نے تو ان کو ایسا بیدار کر دیا ہے کہ موت کے قریب پہنچا دیا ہے۔ کیونکہ جب نیند نہ آئے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور ہم نے ان کو ایسا سُلایا ہے کہ دیکھنے والا سمجھتا ہے شاید وہ مر چکی ہیں۔ ہم نے ان کی طاقتوں سے کام لینا بالکل ہی چھوڑ دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا [3] اور قرآن کریم میں بھی امتِ مسلمہ کو امتِ وُسطیٰ [4] کہا گیا ہے۔ پس ہمارا قدم بھی درمیانی رستہ پر ہونا چاہئے۔ نہ تو اتنی آزادی دے دیں کہ ہر قسم کی قیود کو چھوڑ دیں اور نہ ایسی پابندیاں عائد کر دیں کہ گردنوں میں طوق و اغلال اور پاؤں میں زنجیر و سلاسل ڈال دیں بلکہ چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ قیود اور پابندیوں کا ان کو پابند بناتے ہوئے زیادہ سے زیادہ آزادی دیں تا مرد اور عورتیں دونوں اپنے اپنے حلقہ میں مفید کام کر سکیں کیونکہ جب تک عورتوں میں بیداری اور دینی جوش نہ ہو ہم خود بھی پورے طور پر بیدار ہو کر کام نہیں کر سکتے۔ مرد کا کام گھر سے باہر ہی سہی اور عورت کا گھر میں لیکن جب مرد دیکھے کہ گھر میں اس کی بیوی بیمار اور بے ہوش پڑی ہے تو وہ باہر جا کیسے سکتا ہے مگر جب گھر میں بیوی تندرست اور ہوش میں ہو تو وہ آزادی کے ساتھ باہر جائے گا اور شوق سے ہر کام کرے گا۔ اِسی طرح اگر مردوں کو یہ معلوم ہو کہ ہماری بیویاں ہوشیار ہیں تو وہ یہ نہیں سوچیں گے کہ ہم اگر کوئی کام کر کے گھر گئے تو بیوی لڑے گی بلکہ ہمارے ساتھ شریک ہوگی تو وہ خوش دلی سے کام کریں گے۔ صحابہ کی عورتیں اِسی رنگ میں دینی امور میں تعاون کرتی تھیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مقرب صحابی تھے دینی خدمات کا اُن کو بہت شوق تھا اور ہمیشہ اِس سلسلہ میں اِدھر اُدھر بھیجے جاتے تھے۔ ایک موقع پر اُن کا بیٹا بیمار تھا لیکن اُنہیں کوئی دینی کام پیش آ گیا اور وہ اُسے بیمار ہی چھوڑ کر صبح گھر سے نکل گئے بعد میں لڑکا فوت ہو گیا۔ وہ شام کو گھر آئے۔ ہمارے زمانہ کی کوئی عورت ہوتی تو آتے ہی ایک دو ہتڑ خاوند کے رسید کرتی اور ایک اپنے آپ کو مارتی کہ کمبخت تجھے کچھ پتہ ہی نہیں بچہ کا کیا حال ہے اور یا پھر برقعہ اوڑھ کر نکل کھڑی ہوتی کہ مَیں ایسے منحوس گھر میں رہوں گی ہی نہیں مگر اِس عورت کا خاوند جب گھر آیا تو جانتے ہو اُس نے کیا کیا؟ اُس نے آگے بڑھ کر استقبال کیا، ہنسی خوشی کھانا کھلایا اور جب خاوند نے پوچھا کہ بچہ کا کیا حال ہے؟ تو کہا کہ پہلے سے اچھا ہے کیونکہ وہ فوت ہو چُکا تھا اور تکلیف کی حالت سے نکل چُکا تھا۔ جب مرد کھانا کھا چُکا تو اُس نے چارپائیاں بچھائیں، بستر کئے اور جب سونے لگے تو کہا کہ اگر محلّہ کی کوئی عورت میرے پاس کوئی امانت چھوڑ جائے اور پھر کچھ عرصہ بعد آ کر واپس مانگے تو مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ خاوند نے کہا کہ یہ کیا بے ہودہ سوال ہے؟ امانت امانت والے کے حوالہ کرنی چاہیئے اور کیا کرنا چاہیئے؟ تب اُس نے کہا کہ اچھا ہمارے پاس بھی اللہ تعالیٰ کی ایک امانت تھی جو اُس نے واپس لے لی ہے۔[5] اِس کی بجائے اگر وہ روتی پیٹتی تو ممکن تھا اگلے روز خاوند کی توجہ ہی خدمتِ دین سے ہٹ جاتی اور وہ کہتا کہ خدمت تو کی مگر گھر میں چین نہیں اب کچھ توجہ گھر کی طرف بھی کرنی چاہیئے مگر اُس نے ایسا نمونہ پیش کیا کہ اُس کا یہی خیال ہوا ہوگا کہ مَیں جتنی بھی خدمت کروں کوئی ڈر نہیں۔ گھر میں ایک محافظ موجود ہے۔ پس عورتیں اگر اندرونی ذمہ داریاں برداشت کریں تو مرد آزادی کے ساتھ باہر جا سکتا اور خدمت کر سکتا ہے اور عورتوں میں بیداری اور دینی روح کا پیدا کرنا اشد ضروری ہے۔ وہ مرد کبھی کامل نہیں ہو سکتا جس کی بیوی اُس کی راہ میں روڑے اٹکاتی ہو لیکن ایک کمزور بھی زیادہ قُربانی کر سکتا ہے اگر اُس کی بیوی اُس کا ہاتھ بٹانے والی اور دل بڑھانے والی ہو اور جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے اس کے لئے مَیں نے تجویز کی ہے کہ عورتوں کے نام ایک خط لکھوں اور وہ وعدہ کریں کہ دینی ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں وہ اپنے خاوندوں کے ساتھ تعاون کریں گی اور اِس کے ساتھ مَیں یہ بھی چاہتا ہوں کہ لجنہ اماء اللہ یا جہاں لجنہ نہ ہو وہاں مرد جلسے کر کے

ان کو توجہ دلائیں اور بتائیں کہ اب وقت آچکا ہے کہ جماعت کے دونوں حصّے مضبوط ہو کر دین کی خدمت میں لگ جائیں۔

مَیں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں عورتوں کی بیداری کی اہم ذمہ داری صحیح طور پر ادا کرنے کی توفیق دے جو اس کے اور اس کے رسول کے منشاء کے مطابق ہو اور ایک طرف تو ہماری عورتوں میں بیداری اور کام کی روح پیدا ہو اور دوسری طرف وہ مغربی آزادی بلکہ مادر پدر آزادی سے محفوظ رہیں اور ہمارے مرد اور ہماری عورتیں دونوں ہی اِس کے منشاء کو پورا کرنے والے ہوں۔'' (الفضل ۱۳ رمئی ۱۹۳۹ء)

۱؎ بخاری کتاب الاذان باب مَنْ جَلَسَ فِی الْمَسْجِدِ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ (الخ)

۲؎ محمد: ۱۷

۳؎ تذکرۃ الموضوعات الفتن صفحہ ۱۸۹ مطبوعہ بیروت ۱۹۹۵ء میں الفاظ ''اَوْ سَاطُهَا'' ہیں۔

۴؎ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (البقرۃ: ۱۴۴)

۵؎ مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل ابو طلحۃ الأنصاری